Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 18, 2026

Contemporary Global Issues and the Practical Relevance of Fiqh al-Sīrah

جدید دنیا کو درپیش مسائل اور فقہ السیرہ کی عملیت، ایک تحقیقی جائزہ

Faqir Hussain
Doctoral Candidate, Department of Islamic Learning
Email: faqirhussain123@gmail.com

Abstract
The modern world is confronted with numerous intellectual, social, cultural, and religious challenges that demand balanced and practical solutions. Among these challenges are religious intolerance, ideological conflicts, moral decline, educational crises, and the lack of constructive dialogue among diverse communities. In this context, *Fiqh al-Sīrah* (the juristic and analytical understanding of the Prophetic biography) provides a comprehensive and practical framework for addressing contemporary issues. By studying the life of the Prophet Muhammad ﷺ through an analytical lens, scholars and practitioners can derive guiding principles for social harmony, effective communication, educational reform, and interfaith engagement.
One of the most significant aspects of *Fiqh al-Sīrah* is the Prophetic method of dialogue, which emphasizes wisdom, patience, respect, and rational argumentation. The Prophetic approach demonstrates how meaningful dialogue can be used as a powerful tool in educational settings, interfaith relations, and broader social interactions. In educational environments, this dialogical method encourages critical thinking, ethical development, and mutual respect between teachers and students. Similarly, in interfaith contexts, the Prophetic model promotes peaceful coexistence, understanding, and constructive engagement with followers of other religions.
Furthermore, the practical application of *Fiqh al-Sīrah* in contemporary society helps address modern cultural and social challenges by fostering tolerance, intellectual openness, and moral responsibility. By adopting the Prophetic dialogical approach, communities can develop effective strategies to reduce conflict, strengthen social cohesion, and promote a culture of respectful communication. Thus, the study and application of *Fiqh al-Sīrah* remain highly relevant for guiding humanity toward a more balanced, peaceful, and ethically grounded global society.
Keywords: Fiqh al-Sirah, Prophetic Dialogue, Contemporary Challenges, Interfaith Dialogue, Educational Application

تعارف

عصرِ حاضر کی دنیا بظاہر ترقی، سہولیات اور معلومات کی فراوانی کے دور سے گزر رہی ہے، مگر حقیقت میں انسانیت ہمہ جہت بحرانوں کا شکار ہے۔ اخلاقی انحطاط، خاندانی

CC BY

Published:
April 18, 2026

نظام کی کمزوری، معاشی عدمِ مساوات، سیاسی بے یقینی، ماحولیاتی تباہی اور ٹیکنالوجی کے منفی اثرات نے انسانی زندگی کو غیر متوازن بنا دیا ہے۔ مادی ترقی نے آسائشیں توفراہم کی ہیں لیکن سکون، عدل اور اجتماعی ہم آہنگی کا فقدان بڑھتا جا رہا ہے۔ فرد خود غرضی اور مفاد پرستی کا شکار ہے، ریاستیں طاقت کے عدم توازن میں الجھی ہوئی ہیں، اور عالمی نظام انصاف کے بجائے مفادات کے گرد گھومتا دکھائی دیتا ہے۔ ایسے حالات میں محض نظری مباحث یا جزوی اصلاحات کافی نہیں رہتیں بلکہ ایک جامع، اخلاقی اور عملی منہج کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

اسی پس منظر میں فقہ السیرۃ کی اہمیت نمایاں ہوتی ہے۔ فقہ السیرۃ محض تاریخی واقعات کا مطالعہ نہیں بلکہ سیرتِ نبوی ﷺ سے ابدی اصول اخذ کرنے کا نام ہے۔ یہ ہمیں بتاتی ہے کہ کس طرح ایک بکھرے ہوئے معاشرے کو اخلاقی تربیت، عدل پر مبنی قیادت، معاشی توازن، سماجی ہم آہنگی اور روحانی بیداری کے ذریعے منظم کیا جا سکتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں فرد کی اصلاح سے لے کر ریاست کی تشکیل تک ایک تدریجی اور حکیمانہ حکمتِ عملی ملتی ہے جو ہر دور میں قابلِ اطلاق ہے۔ فقہ السیرۃ جدید مسائل کو صرف مذہبی تناظر میں نہیں بلکہ انسانی فطرت، سماجی ضرورت اور عملی حکمت کے زاویے سے دیکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ عالمی بحرانوں کے حل کے لیے سیرتِ نبوی ﷺ کا فہم محض عقیدت نہیں بلکہ ایک ناگزیر فکری اور عملی ضرورت بن چکا ہے۔

قرآنِ مجید اور سیرتِ نبوی ﷺ محض مذہبی متون نہیں بلکہ ایک جامع فکری و عملی نظام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ فقہ السیرۃ کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے وہ اصول اخذ کیے جائیں جو ہر زمانے کے مسائل کا حل فراہم کریں۔ قرآن مجید نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا:

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[1]

"بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔"

یہ آیت اس امر کا قطعی اعلان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہر دور کے لیے نمونہ ہے۔ علماءِ امت نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ محض تاریخی واقعات جاننے کے لیے نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کو صحیح طور پر سمجھنے اور عملی زندگی میں ان کو نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اسی لیے سلف صالحین اس علم کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

إن معرفة ودراسة سيرة النبي ﷺ أمر من الأهمية بمكان، ولقد كان السلف يقدرون لهذه السيرة قدرها، وكانوا يحفظونها كما يحفظون السورة من القرآن.[2]

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو جاننا اور اس کا مطالعہ نہایت اہم ہے۔ سلف صالحین اس سیرت کی بڑی قدر کرتے تھے اور اسے اسی طرح یاد کرتے تھے جیسے قرآن کی سورتوں کو یاد کیا جاتا ہے۔

[1] الأحزاب، 33:21

[2] https://www.islamweb.net/ar/article/174531

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 18, 2026

اگرچہ عصرِ حاضر کا انسان سائنسی ترقی، ٹیکنالوجی اور معاشی وسائل کے اعتبار سے بظاہر ترقی یافتہ نظر آتا ہے، لیکن اس کی زندگی اخلاقی، روحانی اور فکری بحرانوں سے دوچار ہے۔ ایسے حالات میں قرآنِ مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت انسانیت کے لیے ایک مکمل اور عملی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ فقہ السیرۃ کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے ایسے اصول و ضوابط اخذ کیے جائیں جو ہر دور کے مسائل کا حل پیش کر سکیں۔ قرآنِ مجید اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمام انسانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اسی وجہ سے امت کے علماء اور سلف صالحین سیرتِ نبوی ﷺ کے مطالعے کو غیر معمولی اہمیت دیتے تھے، کیونکہ ان کے نزدیک سیرت صرف تاریخی واقعات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ایسا عملی نظام ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو صحیح اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے میں مدد دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین سیرتِ نبوی ﷺ کو اس قدر اہم سمجھتے تھے کہ اسے قرآن کی سورتوں کی طرح یاد کرتے اور اپنی زندگی میں اس کی تعلیمات کو نافذ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

اخلاقی بحران

عصرِ حاضر کا سب سے گہرا اور ہمہ گیر بحران اخلاقی بحران ہے۔ جدید معاشرہ ٹیکنالوجی، قانون سازی اور ادارہ جاتی نظم کے اعتبار سے ترقی یافتہ ہونے کے باوجود داخلی طور پر انتشار، بدعنوانی، جھوٹ، مفاد پرستی اور بے حیائی کا شکار ہے۔ عالمی سطح پر سیاسی کرپشن، معاشی استحصال، خاندانی نظام کی کمزوری اور سماجی عدمِ اعتماد اسی اخلاقی زوال کی علامات ہیں۔ اس پس منظر میں فقہ السیرۃ کی معنویت مزید واضح ہو جاتی ہے، کیونکہ فقہ السیرۃ ہمیں سیرتِ نبوی ﷺ سے وہ عملی اصول فراہم کرتی ہے جو اخلاقی تطہیر اور معاشرتی اصلاح کا ہمہ گیر نظام پیش کرتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ محض تاریخی واقعات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی انقلاب کی عملی تعبیر ہے جس نے جاہلی معاشرے کو انسانیت، عدل اور دیانت کے راستے پر گامزن کیا۔ امام احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ[3]

میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کر دوں۔

گویا اس حوالے سے سیرتِ نبوی ﷺ نے سب سے پہلے افراد کی تربیت کی، ان کے دلوں میں خدا خوفی اور جواب دہی کا احساس بیدار کیا، جس کے نتیجے میں وہ معاشرتی تبدیلی کے علمبردار بنے۔ فتح مکہ کے موقع پر عمومی معافی کا اعلان اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ اخلاقی برتری طاقت کے استعمال سے نہیں بلکہ عفو و درگزر سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہی اصول آج کے سیاسی اور سماجی نظام میں نافذ کیا جائے تو انتقامی سیاست اور تشدد کا خاتمہ ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کو

[3] البخاری، محمد بن اسماعیل (1421ھ) الادب المفرد، دار الکتب العلمیہ بیروت، رقم الحدیث 273

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 18, 2026

عظمت کا معیار قرار دیا۔ارشادِ ربانی ہے کہ :

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ[4]

اور بے شک آپ اخلاق کے بڑے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔

فقہ السیرۃ کا تقاضا ہے کہ ہم سیرت کو محض تاریخی واقعات کی حیثیت سے نہ دیکھیں بلکہ ان اوصاف کو عملی زندگی میں نافذ کریں۔اخلاقی بحران کی ایک بڑی علامت بے حیائی اور کردار کی کمزوری ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا۔آپ ﷺ کی ذات معاشرتی تعلقات میں نرم خوئی اور عدل کا نمونہ تھی۔ آپ نے کبھی ذاتی انتقام نہیں لیا بلکہ اصولی موقف اختیار کیا۔جدید دنیا میں لیڈر شپ کا بحران اسی لیے پیدا ہوا کہ قیادت اخلاقی معیار سے محروم ہو گئی ہے۔اگر قیادت خلق عظیم کو معیار بنائے تو اداروں میں شفافیت اور معاشرے میں اعتماد بحال ہو سکتا ہے۔امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[5]

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

یہ حدیث اخلاقی ذمہ داری کا جامع اصول بیان کرتی ہے۔ قیادت ہو یا خاندانی نظام، تجارت ہو یا سیاست ہر شخص جواب دہ ہے۔ مدینہ کی ریاست اسی اصول پر قائم ہوئی جہاں حکمران بھی قانون کے تابع تھا۔جدید سیاسی نظام میں احتساب کی کمی اور اختیار کا غلط استعمال عام ہے۔اس حدیث کی روشنی میں اقتدار امانت ہے، نہ کہ استحقاق۔قرآن مجید بھی فرماتا ہے:

إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّوا۟ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا[6]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حقداروں تک پہنچاؤ۔"

اس آیت کا عملی نمونہ ہجرت کے موقع پر دیکھا گیا جب رسول اللہ ﷺ نے کفار کی امانتیں واپس کروائیں، حالانکہ وہ آپ کے دشمن تھے۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اخلاقی اصول حالات کے تابع نہیں ہوتے بلکہ مستقل اقدار ہوتے ہیں۔اگر آج کے معاشی اور سیاسی ادارے اس اصول کو اپنائیں تو بدعنوانی، مالی بے ضابطگی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کا سدباب ممکن ہے۔اخلاقی بحران دراصل جدید دنیا کی تمام دیگر مشکلات کی جڑ ہے۔ جب فرد کا کردار کمزور ہو جائے تو معاشی ناانصافی، سیاسی ظلم اور سماجی انتشار لازمی نتائج بن جاتے ہیں۔ فقہ السیرۃ ہمیں سکھاتی ہے کہ اصلاح کا آغاز فرد کے اخلاق سے ہوتا ہے اور یہی اصلاح اجتماعی نظام تک پھیلتی

[4] القلم، 68:4
[5] البخاری ، محمد بن إسماعيل ، ، الجامع الصحيح، كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى: وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم، دار طوق النجاة، بيروت، 1422ھ، حديث نمبر 7138۔
[6] النساء،:58

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 18, 2026

ہے۔بعثتِ نبوی کا مقصد تکمیلِ اخلاق، قرآن کا اعلانِ خلقِ عظیم، اور حدیثِ رعایت کا اصول یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام کا حقیقی انقلاب اخلاقی انقلاب ہے۔

اگر جدید دنیا سیرتِ نبوی ﷺ سے اخذ کردہ ان اصولوں کو اپنائے تو نہ صرف فرد کی تطہیر ممکن ہے بلکہ ایک عادلانہ اور متوازن معاشرہ بھی وجود میں آسکتا ہے۔

یوں فقہ السیرۃ محض نظری مطالعہ نہیں بلکہ عصرِ حاضر کے اخلاقی بحران کا عملی اور مؤثر حل پیش کرتی ہے۔اخلاقی بحران کے تناظر میں سیرتِ نبوی ﷺ کی تعلیمات انسانیت کے لیے ایک جامع اخلاقی نظام پیش کرتی ہیں۔اسلام میں حسنِ اخلاق کو محض ایک سماجی خوبی نہیں بلکہ ایمان کی تکمیل اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنی عملی زندگی کے ذریعے یہ واضح کیا کہ معاشرتی اصلاح کا حقیقی راستہ اخلاقی تربیت سے گزرتا ہے۔اسی لیے آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو نہ صرف عبادات کی تعلیم دی بلکہ ان کے کردار کو بھی اعلیٰ اخلاق سے مزین کرنے کی تاکید فرمائی۔اس حقیقت کو ایک صحیح حدیث میں نہایت واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ، وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا[7]

بے شک تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب بیٹھنے والے وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے۔

یہ حدیث اسلامی اخلاقیات کی عظمت کو نمایاں کرتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے واضح فرمایا کہ قیامت کے دن قربِ نبوی کا معیار مال، نسب یا ظاہری طاقت نہیں بلکہ حسنِ اخلاق ہوگا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرت میں اخلاق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔سیرتِ نبوی ﷺ کا پورا عملی نمونہ اسی اصول کی تشریح ہے۔آپ ﷺ نے معاشرے کی اصلاح کا آغاز افراد کے کردار سے کیا اور انہیں صدق، امانت، حلم، صبر اور عفو جیسے اوصاف سے آراستہ کیا۔جب افراد کا اخلاق سنور گیا تو پورا معاشرہ امن، عدل اور اعتماد کا گہوارہ بن گیا۔

عصرِ حاضر میں بھی اخلاقی بحران کا بنیادی حل یہی ہے کہ معاشرے میں اخلاقی اقدار کو دوبارہ زندہ کیا جائے۔جب قیادت، ادارے اور عام افراد حسنِ اخلاق کو معیار بنائیں گے تو بدعنوانی، ناانصافی اور سماجی انتشار جیسے مسائل خود بخود کم ہو جائیں گے۔اس طرح یہ حدیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اسلامی معاشرت کا اصل انقلاب اخلاقی انقلاب ہے، اور یہی پیغام فقہ السیرۃ کے مطالعے سے حاصل ہوتا ہے۔

[7] القشیری،مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل حسن الخلق،دار ابن صادر ، بیروت، حدیث: 2321

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 18, 2026

ماحولیاتی مسائل

عصرِ حاضر میں ماحولیاتی بحران انسانی بقا کے لیے ایک سنجیدہ خطرہ بن چکا ہے۔ فضائی آلودگی، موسمیاتی تبدیلی، گلوبل وارمنگ، جنگلات کی بے دریغ کٹائی، حیاتیاتی تنوع کا خاتمہ اور پانی کی شدید قلت جیسے مسائل عالمی سطح پر انسانی غفلت اور بے اعتدالی کی علامت ہیں۔ صنعتی ترقی اور مادی مفادات کی دوڑ میں انسان نے فطرت کے ساتھ اپنے تعلق کو استحصالی بنا دیا ہے۔ نتیجتاً قدرتی توازن بگڑ رہا ہے اور زمین کی صحت متاثر ہو رہی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ صورت حال محض سائنسی یا معاشی مسئلہ نہیں بلکہ اخلاقی اور دینی ذمہ داری کا معاملہ ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ انسان زمین کا مالک نہیں بلکہ خلیفہ اور نگہبان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں اپنا نمائندہ اور ذمہ دار مقرر فرمایا۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً[8]

میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

اس آیت میں خلیفہ کا لفظ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ مفسرین کے مطابق اس کا مطلب ہے ایسا نمائندہ جو اللہ کی منشا کے مطابق زمین میں عدل اور توازن قائم کرے۔ خلافت کا مفہوم اقتدار یا مطلق اختیار نہیں بلکہ امانت اور ذمہ داری ہے۔ فقہ السیرۃ کے تناظر میں یہ اصول اس بات کی بنیاد فراہم کرتا ہے کہ انسان فطرت کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جو تعمیر اور اصلاح پر مبنی ہو، نہ کہ تخریب اور استحصال پر۔ جدید صنعتی نظام میں قدرتی وسائل کو بے دریغ استعمال کیا جا رہا ہے۔ جنگلات کی کٹائی، معدنی وسائل کا بے تحاشا استعمال اور آلودگی کا پھیلاؤ اس خلافتی ذمہ داری کے منافی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں ہمیں ایک ایسا طرزِ زندگی نظر آتا ہے جو سادگی، اعتدال اور وسائل کے محتاط استعمال پر مبنی تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں فطرت کے ساتھ ہم آہنگی کو اختیار کیا، جو آج کے ماحولیاتی بحران کے لیے رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ زمین میں فساد ہر وہ عمل ہے جو فطری توازن کو بگاڑے۔

وَلَا تُفْسِدُواْ فِي ٱلْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَٰحِهَا[9]

اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔

یہ آیت ماحولیاتی اخلاقیات کی بنیاد ہے۔ "فساد" کا مفہوم صرف اخلاقی بگاڑ تک محدود نہیں بلکہ ہر وہ تخریبی عمل اس میں شامل ہے جو زمین کے نظم و توازن کو متاثر کرے۔ قرآن نے زمین کو "اصلاح" شدہ قرار دیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے ایک متوازن نظام کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ انسان کا فریضہ ہے کہ وہ اس توازن کو برقرار رکھے۔ موجودہ دور میں صنعتی فضلہ، کاربن کے اخراج اور آبی آلودگی نے زمین کے توازن کو متاثر کیا ہے۔ یہ سب فساد فی الارض کی جدید صورتیں ہیں اصلاحِ معاشرہ

[8] البقرة:30
[9] الأعراف:56

OPEN ACCESS
CC BY

کادائرہ صرف انسانی تعلقات تک محدود نہیں بلکہ فطرت کے ساتھ تعلق بھی اس میں شامل ہے۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے بعض علاقوں کو حِمیٰ قرار دیا جہاں درختوں کی کٹائی اور جانوروں کے شکار پر پابندی تھی۔ یہ اقدام ماحولیاتی تحفظ کی ایک عملی مثال ہے۔ امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ[10]

جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی بوئے، پھر اس میں سے کوئی پرندہ، انسان یا جانور کھائے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

یہ حدیث اسلامی ماحولیاتی شعور کا جامع بیان ہے۔ اس میں درخت لگانے کو نہ صرف معاشی یا سماجی عمل بلکہ صدقہ اور عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ فطرت کی خدمت عبادت کے دائرے میں داخل ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی جانور بھی اس سے فائدہ اٹھائے تو وہ اجر کا سبب بنتا ہے۔ یہ تصور جدید ماحولیاتی فلسفے سے کہیں زیادہ جامع ہے کیونکہ اس میں انسان اور غیر انسان سب کی فلاح شامل ہے۔ فقہ السیرۃ کے مطابق معاشرتی اصلاح کا دائرہ حیوانات اور نباتات تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی طرح پانی کے استعمال میں اعتدال کی تعلیم بھی سیرت کا اہم حصہ ہے۔ سنن ابن ماجہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو میں اسراف سے منع فرمایا۔

لَا تُسْرِفْ فِي الْمَاءِ وَلَوْ كُنْتَ عَلَى نَهَرٍ جَارٍ[11]

پانی میں اسراف نہ کرو، اگرچہ تم بہتے ہوئے دریا پر ہی کیوں نہ ہو۔

یہ تعلیم آج کے آبی بحران کے لیے نہایت رہنما ہے۔ اگر بہتے دریا کے کنارے بھی اسراف منع ہے تو قلتِ آب کے زمانے میں اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ فقہ السیرۃ کا اصول یہ ہے کہ وسائل خواہ وافر ہوں یا محدود، ان کا استعمال اعتدال کے ساتھ ہونا چاہیے۔ قرآن و سنت کی ان نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ ماحولیاتی تحفظ اسلامی تعلیمات کا بنیادی جزو ہے۔ خلافتِ ارضی انسان کو ذمہ داری کا شعور دیتی ہے، زمین میں فساد کی ممانعت فطری توازن کی حفاظت کا حکم دیتی ہے، اور شجر کاری و وسائل کے اعتدال کا حکم عملی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

فقہ السیرۃ ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ماحولیاتی اصلاح محض حکومتی پالیسی نہیں بلکہ دینی فریضہ ہے۔ فرد، معاشرہ اور ریاست سب اس ذمہ داری میں شریک ہیں۔ اگر انسان خلافت کے شعور کے ساتھ زمین کو امانت سمجھے اور سیرتِ نبوی ﷺ کے اصولوں پر عمل کرے تو ماحولیاتی بحران پر قابو پانا ممکن ہو سکتا ہے۔ یوں سیرتِ نبوی ﷺ جدید دنیا کے ماحولیاتی چیلنجز کا نہایت جامع اور عملی حل پیش کرتی ہے۔

[10] البخاری ،محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب الحرث والمزارعة، باب فضل الزرع والغرس، حديث نمبر 2320۔
[11] ابن ماجه، محمد بن يزيد، كتاب الطهارة، باب ما جاء في الاقتصاد في الوضوء، 1998ء، مكتبه دارالسلام، الرياض، حديث نمبر 425۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 18, 2026

معاشی ناہمواری

عصرِ حاضر میں معاشی ناہمواری (Economic Inequality)عالمی سطح پر ایک سنگین مسئلہ بن چکی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں دولت کا ارتکاز چند طبقات تک محدود ہو گیا ہے جبکہ ایک بڑی آبادی غربت، بے روزگاری اور معاشی استحصال کا شکار ہے۔ سودی مالیاتی ڈھانچہ، منڈی کی بے لگام آزادی، اور منافع پر مبنی اخلاقیات نے معاشی عدل کے تصور کو کمزور کر دیا ہے۔ نتیجتاً معاشرتی بے چینی، طبقاتی کشمکش اور انسانی وقار کی پامالی عام ہو چکی ہے۔ اسلامی تعلیمات، خصوصاً فقہ السیرۃ، ہمیں ایک ایسا معاشی نظام فراہم کرتی ہیں جو عدل، توازن اور سماجی ہمدردی پر مبنی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں فردی دیانت، اجتماعی کفالت اور ریاستی ذمہ داری کا ایسا عملی نمونہ موجود ہے جو آج بھی قابلِ اطلاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مالِ فَیء کی تقسیم کا مقصد یہ رکھا کہ دولت صرف مالداروں کے درمیان نہ گھومتی رہے۔

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةًۢ بَيْنَ ٱلْأَغْنِيَآءِ مِنكُمْ[12]

تاکہ وہ (مال) تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش کرتا نہ رہ جائے۔

یہ آیت اسلامی معاشی نظام کی بنیاد ہے۔ دولۃ کا مفہوم یہاں ایسی گردش ہے جو محدود طبقے تک رہ جائے۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ دولت کی منصفانہ تقسیم ضروری ہے تاکہ معاشرہ طبقاتی تقسیم کا شکار نہ ہو۔ فقہ السیرۃ کے تناظر میں مدینہ کی ریاست میں زکوٰۃ، صدقات اور مالِ فَیء کی تقسیم کا نظام اسی اصول پر قائم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کی تاکہ معاشی عدم توازن کم ہو۔ یہ اقدام جدید فلاحی ریاست کے تصور کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ سود معاشی ظلم اور استحصال کی بنیاد ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ

وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْ[13]

اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام قرار دیا۔

سود پر مبنی نظام میں سرمایہ دار بغیر محنت کے منافع حاصل کرتا ہے جبکہ مقروض مزید بوجھ تلے دب جاتا ہے۔ قرآن نے تجارت کو حلال قرار دے کر منافع کو محنت اور رسک کے ساتھ مشروط کیا، جبکہ سود کو حرام کر کے استحصالی منافع کی نفی کی۔ آپ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر سودی لین دین کو ختم کیا اور باہمی تعاون پر مبنی تجارت کی حوصلہ افزائی کی۔ یہ اقدام اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی معیشت عدل اور شراکت داری پر مبنی ہے، نہ کہ استحصال پر۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ :

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ، وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ[14]

رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود دینے والے، اس کو لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی، اور فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں۔

[12] الحشر:7
[13] البقرۃ:275
[14] القشری،مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربا وموکلہ، حدیث نمبر 1598۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 18, 2026

یہ حدیث سودی نظام کے خلاف انتہائی سخت موقف کو ظاہر کرتی ہے۔ یہاں صرف سود لینے والے ہی نہیں بلکہ پورے نظام میں شریک افراد کو بھی مذمت کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی معاشی نظام میں استحصالی ڈھانچے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جدید بینکاری نظام سود پر قائم ہے، جس کے نتیجے میں عالمی سطح پر قرضوں کا بحران اور مالی عدم استحکام پیدا ہوتا ہے۔ فقہ السیرۃ اس کے متبادل کے طور پر شراکتی اور منافع و نقصان میں شرکت کے اصول پیش کرتی ہے۔ امام بخاری الأدب المفرد میں روایت کرتے ہیں:

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ إِلَى جَنْبِهِ[15]

وہ شخص مؤمن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے جبکہ اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔

یہ حدیث اسلامی معاشی اخلاقیات کی روح ہے۔ یہاں ایمان کو سماجی ذمہ داری کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشی آسودگی صرف ذاتی معاملہ نہیں بلکہ اجتماعی فریضہ ہے۔ مدینہ کی ریاست میں بیت المال کا قیام اسی اصول پر تھا تاکہ معاشرے کے کمزور طبقات کی کفالت ہو سکے۔ فقہ السیرۃ ہمیں بتاتی ہے کہ معاشی عدل صرف ریاستی قانون سے نہیں بلکہ فردی احساسِ ذمہ داری سے بھی قائم ہوتا ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ[16]

جو شخص ذخیرہ اندوزی کرے وہ گناہ گار ہے۔

ذخیرہ اندوزی مصنوعی قلت پیدا کر کے قیمتوں میں اضافہ کرتی ہے اور عوام کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اسلامی معیشت اس عمل کو جرم قرار دیتی ہے کیونکہ یہ معاشی انصاف کے خلاف ہے۔ ہمیں ایسے واقعات ملتے ہیں جہاں آپ ﷺ نے بازار کی نگرانی کی اور ناجائز منافع خوری سے منع فرمایا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست بازار کو مکمل طور پر بے لگام نہیں چھوڑتی بلکہ اخلاقی اصولوں کے تابع رکھتی ہے۔

قرآن و سنت کی ان تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کا معاشی نظام عدل، توازن اور سماجی ہمدردی پر قائم ہے۔ دولت کی منصفانہ تقسیم، سود کی حرمت، ذخیرہ اندوزی کی ممانعت اور پڑوسی کے حق کا شعور یہ سب ایسے اصول ہیں جو معاشی ناہمواری کو کم کرنے میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ فقہ السیرۃ ہمیں سکھاتی ہے کہ معاشی اصلاح محض نظریاتی بحث نہیں بلکہ عملی نظام کا تقاضا کرتی ہے۔ مدینہ کی ریاست اس کا تاریخی نمونہ ہے جہاں معاشی عدل کو عملی صورت دی گئی۔ اگر جدید دنیا ان اصولوں کو اپنائے تو معاشی استحصال، طبقاتی تقسیم اور غربت کے مسائل میں نمایاں کمی ممکن ہے۔ یوں سیرتِ نبوی ﷺ نہ صرف روحانی رہنمائی فراہم کرتی

[15] البخاری ،محمد بن إسماعيل ، الأدب المفرد، باب حق الجار، حديث نمبر 112۔
[16] القشری،مسلم بن الحجاج، الجامع الصحيح، كتاب المساقاة، باب تحريم الاحتكار في الأقوات، حديث نمبر 1605۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 18, 2026

ہے بلکہ ایک منصفانہ اور متوازن معاشی نظام کی بنیاد بھی مہیا کرتی ہے۔

سیاسی چیلنجز

عصرِ حاضر کا سیاسی منظر نامہ شدید اضطراب کا شکار ہے۔ عالمی سطح پر سیاسی بداعتمادی، آمریت، طاقت کا ناجائز استعمال، انسانی حقوق کی پامالی اور اقلیتوں کے ساتھ ناانصافی عام ہے۔ جمہوری نظام بھی اکثر اوقات مفادات کے کھیل میں تبدیل ہو جاتا ہے، جبکہ مطلق العنان نظام ظلم و جبر کو جنم دیتے ہیں۔ اس صورت حال میں فقہ السیرۃ کی اہمیت نمایاں ہو جاتی ہے، کیونکہ سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں ایک ایسا سیاسی ماڈل فراہم کرتی ہے جو عدل، مشاورت، جواب دہی اور معاہداتی وفاداری پر مبنی ہے۔ مدینہ کی ریاست انسانی تاریخ کا ایک ایسا تجربہ تھی جس میں مختلف مذاہب اور قبائل کو ایک دستوری معاہدے کے تحت منظم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو ہر حال میں عدل پر قائم رہنے کا حکم دیتا ہے، خواہ معاملہ اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُواْۚ ٱعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ[17]

اے ایمان والو! اللہ کے لیے مضبوطی سے قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

یہ آیت سیاسی و عدالتی نظام کے لیے بنیادی دستور کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں انصاف کو تقویٰ سے جوڑا گیا ہے، یعنی عدل محض قانونی تقاضا نہیں بلکہ دینی فریضہ ہے۔ دشمنی یا سیاسی اختلاف بھی انصاف سے انحراف کا جواز نہیں بن سکتا۔ فتح مکہ کے بعد عام معافی کا اعلان اسی اصول کی عملی تعبیر تھا۔ آپ ﷺ نے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے باوجود انتقامی سیاست اختیار نہیں کی بلکہ عدل اور عفو کو ترجیح دی۔ جدید سیاسی بحرانوں میں اگر اس اصول کو اپنایا جائے تو انتقامی کارروائیوں اور تعصبات کا خاتمہ ممکن ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ...[18]

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس امام (حاکم) نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا...

یہ حدیث سیاسی قیادت کو امانت قرار دیتی ہے۔ حکمران عوام کا مالک نہیں بلکہ نگہبان ہے۔ فقہ السیرۃ میں مدینہ کی ریاست اسی اصول پر قائم تھی، جہاں رسول اللہ ﷺ خود کو خادمِ قوم سمجھتے تھے۔ یہ اصول جدید سیاسی نظام میں احتساب (Accountability) کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جب حکمران اپنے آپ کو جواب دہ

[17] المائدۃ:8
[18] البخاری ،محمد بن إسماعيل ، الجامع الصحيح، كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى: وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم، حدیث نمبر 7138۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 18, 2026

سمجھے گا تو ظلم اور کرپشن کی گنجائش کم ہو جائے گی۔امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ، فَإِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ[19]

اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے، پھر جب پکڑتا ہے تو اسے چھوڑتا نہیں۔

یہ حدیث سیاسی ظلم کے انجام سے آگاہ کرتی ہے۔اسلامی سیاست میں ظلم کی کوئی گنجائش نہیں۔فقہ السیرۃ میں خلفائے راشدین کا طرزِ حکمرانی اسی خوفِ خدا اور جواب دہی کے احساس پر قائم تھا۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ[20]

اور ان کا معاملہ آپس کے مشورے سے طے پاتا ہے۔

یہ آیت اسلامی سیاسی نظام میں مشاورت کی اہمیت واضح کرتی ہے۔سیرتِ نبوی ﷺ میں غزوۂ بدر اور احد کے موقع پر مشاورت کی روشن مثالیں موجود ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیادت مطلق العنان نہیں بلکہ مشورہ اور اجتماعی دانش پر مبنی ہونی چاہیے۔قرآن میں فرمایا گیا:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَوْفُوا۟ بِٱلْعُقُودِ[21]

اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو۔

میثاقِ مدینہ اسی اصول کی عملی مثال تھا۔مختلف مذاہب اور قبائل کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کی پابندی کی گئی۔فقہ السیرۃ ہمیں سکھاتی ہے کہ بین الاقوامی تعلقات اور داخلی سیاست دونوں میں معاہداتی وفاداری بنیادی قدر ہے۔امام الماوردی اپنی کتاب الأحکام السلطانیۃ میں بیان کرتے ہیں:

الإمامة موضوعة لخلافة النبوة في حراسة الدين وسياسة الدنيا.[22]

امامت (حکومت) نبوت کی جانشینی کے طور پر قائم کی جاتی ہے تاکہ دین کی حفاظت اور دنیا کے امور کی سیاست (انتظام) کیا جائے۔

امام ماوردی کا یہ بیان اسلامی سیاسی نظریے کی جامع تعریف ہے۔حکومت کا مقصد اقتدار کا حصول نہیں بلکہ دین کی حفاظت اور دنیاوی امور کا عادلانہ انتظام ہے۔یہ تصور فقہ السیرۃ سے ہم آہنگ ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ نے قیادت کو خدمت اور امانت کے طور پر پیش کیا۔

اسلامی سیاسی نظام عدل، مشاورت، جواب دہی اور معاہداتی وفاداری پر قائم ہے۔سیرتِ نبوی ﷺ اور میثاقِ مدینہ اس کا عملی نمونہ فراہم کرتے ہیں۔امام ماوردی کی تصریح اس نظریے کی تائید کرتی ہے کہ حکومت نبوی مشن کی توسیع ہے، نہ کہ محض اقتدار کا ذریعہ۔عصرِ حاضر کے سیاسی چیلنجز کا حل اسی وقت ممکن ہے جب

[19] القشری،مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، حدیث نمبر 2583۔
[20] الشوریٰ:38
[21] المائدة:1
[22] الماوردی ،علی بن محمد ، الأحكام السلطانية والولايات الدينية، دار الكتب العلمية، بيروت، 1985ء، ص 15۔

OPEN ACCESS
CC BY

قیادت عدل کو معیار، مشاورت کو طریقہ، اور جواب دہی کو اصول بنائے۔ فقہ السیرۃ ہمیں یہ عملی رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ سیاست کو اخلاق اور تقویٰ سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ یوں سیرتِ نبوی ﷺ جدید سیاسی بحرانوں کا ایک جامع اور پائیدار حل پیش کرتی ہے۔

جدید ٹیکنالوجی اور اطلاعاتی بحران

عصرِ حاضر کو ڈیجیٹل عہد کہا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ، سوشل میڈیا، مصنوعی ذہانت اور فوری پیغام رسانی کے ذرائع نے معلومات کی ترسیل کو بے حد تیز اور آسان بنا دیا ہے۔ اب خبر سیکنڈوں میں ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک پہنچ جاتی ہے۔ تاہم اس سہولت کے ساتھ ایک سنگین مسئلہ بھی پیدا ہوا ہے: جھوٹی خبروں (Fake News)، افواہوں، کردار کشی، ڈیجیٹل پروپیگنڈا اور معلوماتی جنگ (Information Warfare) کا بحران۔ یہ صورت حال صرف سماجی مسئلہ نہیں بلکہ اخلاقی اور دینی چیلنج بھی ہے۔ اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس لیے قرآن و سنت نے خبر کی تحقیق، زبان کی حفاظت اور سچائی کی پابندی کے بارے میں واضح اصول فراہم کیے ہیں۔ فقہ السیرۃ کے تناظر میں دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جس کی بنیاد سچائی، امانت اور ذمہ دارانہ ابلاغ پر تھی۔ ارشاد ربانی ہے کہ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ[23]

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ۔

بغیر تحقیق کے خبر قبول کرنا معاشرتی فساد کا سبب بنتا ہے۔ یہ آیت دراصل معلوماتی اخلاقیات (Information Ethics) کا بنیادی اصول ہے۔ ڈیجیٹل دور میں ہر شخص ایک میڈیا ہاؤس بن چکا ہے۔ سوشل میڈیا پر آنے والی ہر خبر مستند نہیں ہوتی۔ اگر اس آیت کے اصول کو اپنایا جائے تو افواہوں، مذہبی منافرت اور سیاسی انتشار کو بڑی حد تک روکا جاسکتا ہے۔ اس کی عملی مثال واقعۂ افک ہے، جہاں حضرت عائشہؓ پر لگائے گئے الزام کے بارے میں قرآن نے تحقیق اور صبر کی تعلیم دی، اور بغیر تحقیق بات پھیلانے والوں کی مذمت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ[24]

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کرتا پھرے۔

یہ حدیث ڈیجیٹل دور میں غیر ذمہ دارانہ شیئرنگ کے خلاف واضح تنبیہ ہے۔ آج کل "فارورڈ" کرنا ایک معمولی عمل سمجھا جاتا ہے، حالانکہ شرعی نقطۂ نظر سے یہ

[23] الحجرات:6
[24] القشری،مسلم بن الحجاج، الجامع الصحيح، مقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع، حديث نمبر 5۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 18, 2026

ایک اخلاقی ذمہ داری ہے۔رسول اللہ ﷺ نے خبر کے بیان کو امانت قرار دیا۔اگر کوئی شخص بغیر تحقیق کے مواد شیئر کرتا ہے تو وہ نہ صرف سماجی فساد میں حصہ ڈالتا ہے بلکہ حدیث کی رو سے جھوٹ کے دائرے میں بھی آ سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ[25]

جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ یا تو بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے۔"

یہ حدیث سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے بنیادی اخلاقی ضابطہ فراہم کرتی ہے۔ہر پوسٹ، ٹویٹ یا تبصرہ ایک بیان ہے جس کا حساب ہوگا۔اگر کسی بات میں خیر اور نفع نہیں تو خاموشی بہتر ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ حکمت اور مصلحت کے ساتھ گفتگو فرمائی۔آپ ﷺ کی گفتگو نہ تو اشتعال انگیز ہوتی تھی اور نہ غیر ضروری۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ[26]

جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ بدکاری کی طرف لے جاتا ہے،اور بدکاری جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔

ڈیجیٹل پروپیگنڈا اکثر جھوٹ پر مبنی ہوتا ہے۔سیاسی یا سماجی مفادات کے لیے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔حدیث واضح کرتی ہے کہ جھوٹ صرف انفرادی گناہ نہیں بلکہ معاشرتی تباہی کا ذریعہ ہے۔واقعۂ افک کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَّوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ ٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا۟ هَٰذَآ إِفْكٌ مُّبِينٌ

"جب تم نے اسے سنا تو کیوں مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے بارے میں نیک گمان نہ کیا اور نہ کہا: یہ تو ایک واضح جھوٹ ہے؟"

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ خبر سن کر بدگمانی نہیں بلکہ حسنِ ظن اختیار کرنا چاہیے۔یہ واقعہ دراصل اسلامی تاریخ کا پہلا میڈیا ٹرائل تھا۔بغیر تحقیق الزام پھیلایا گیا، مگر قرآن نے تحقیق، حسنِ ظن اور خاموشی کی تلقین کی۔یہ ڈیجیٹل دور کے لیے رہنما اصول ہے۔سوشل میڈیا دراصل زبان کا توسیعی ورژن ہے۔اگر زبان پر کنٹرول ضروری ہے تو ڈیجیٹل اظہار پر بھی لازم ہے۔ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ

- ہر خبر کو شیئر کرنے سے پہلے اس کی تصدیق کی جائے۔
- پوسٹ یا بیان کا مقصد خیر ہو، نہ کہ شہرت یا اشتعال۔
- افواہ پھیلانا اجتماعی گناہ کا سبب بن سکتا ہے۔
- ہر بیان کا آخرت میں حساب ہوگا۔
- سیرتِ نبوی ﷺ میں ہمیشہ اصلاح اور خیر خواہی کا پہلو غالب رہا۔

[25] البخاری ،محمد بن إسماعيل ، الجامع الصحيح، كتاب الأدب، حديث نمبر 6018۔
[26] القشری،مسلم بن الحجاج، الجامع الصحيح، كتاب البر والصلة، حديث نمبر 2607۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 18, 2026

جدید ٹیکنالوجی نے معلومات کو عام کر دیا ہے، مگر اس کے ساتھ اطلاعاتی بحران بھی پیدا ہوا ہے۔ قرآن مجید نے خبر کی تحقیق کا حکم دیا، اور رسول اللہ ﷺ نے ہر سنی سنائی بات بیان کرنے سے منع فرمایا۔ واقعۂ افک اس بات کی تاریخی مثال ہے کہ افواہ کس طرح معاشرتی بحران پیدا کر سکتی ہے۔ امام غزالی کے مطابق کلام ایک امانت ہے، اور ڈیجیٹل دور میں یہ امانت مزید وسیع ہو گئی ہے۔ فقہ السیرۃ ہمیں سکھاتی ہے کہ سچائی، تحقیق، حسنِ ظن اور ذمہ دارانہ اظہار ہی ایک صالح ڈیجیٹل معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔ اگر مسلمان ان اصولوں کو اپنائیں تو وہ نہ صرف خود کو گناہ سے بچا سکتے ہیں بلکہ عالمی سطح پر ایک اخلاقی اور مثبت معلوماتی ماحول کی تشکیل میں بھی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہی جدید اطلاعاتی بحران کا حقیقی اسلامی حل ہے۔

خلاصۂ کلام

جدید دنیا بے شمار پیچیدہ مسائل سے دوچار ہے۔ سیاسی عدم استحکام، معاشی ناہمواری، سماجی انتشار، مذہبی تنازعات اور اطلاعاتی بحران نے انسانی معاشروں کو اضطراب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ٹیکنالوجی نے سہولتیں فراہم کیں، مگر ساتھ ہی جھوٹی خبروں، کردار کشی اور ذہنی خلفشار کو بھی فروغ دیا۔ طاقت کی سیاست اور مفاد پرستی نے عالمی سطح پر اعتماد کو کمزور کیا ہے۔ ایسے حالات میں محض قانونی اصلاحات یا تکنیکی ترقی کافی نہیں، بلکہ ایک ہمہ گیر اخلاقی اور فکری بنیاد کی ضرورت ہے۔ فقہ السیرۃ اسی ضرورت کا جواب فراہم کرتی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ ایک جامع عملی نمونہ ہے جس میں ریاست، معاشرہ، معیشت، عدل اور اخلاق سب کا متوازن امتزاج ملتا ہے۔ اس ماڈل میں قیادت خدمت ہے، اقتدار امانت ہے، اور عوام کے حقوق بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ عدل کو مرکزی قدر بنایا گیا ہے، جس کے بغیر نہ امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ ترقی ممکن ہے۔ مشاورت کا نظام اجتماعی دانش کو بروئے کار لاتا ہے اور آمریت کے رجحانات کو روکتا ہے۔

اطلاعاتی بحران کے تناظر میں سیرت تحقیق، احتیاط اور سچائی کی تعلیم دیتی ہے۔ خبر کو ذمہ داری سمجھنا اور ہر بیان کے اثرات کا ادراک کرنا ایک صالح ڈیجیٹل معاشرہ تشکیل دے سکتا ہے۔ اسی طرح معاشی میدان میں مواخات، انفاق اور سماجی کفالت کے اصول دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کا علاج پیش کرتے ہیں۔ مذہبی اور ثقافتی تنوع کے ماحول میں بقائے باہمی، رواداری اور معاہداتی وفاداری کے اصول پائیدار امن کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ عملی سطح پر ضروری ہے کہ فقہ السیرۃ کو محض تاریخی مطالعہ نہ سمجھا جائے بلکہ اسے پالیسی سازی، تعلیمی نظام اور سماجی تربیت کا حصہ بنایا جائے۔ جدید ریاستی ڈھانچوں میں شفافیت، احتساب اور مشاورت کے اصولوں کو فروغ دینا اسی عملی اطلاق کا تقاضا ہے۔ اسی طرح میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے لیے اخلاقی تربیت اور ضابطہ سازی ناگزیر ہے۔

جدید دنیا کے مسائل کا حل صرف مادی ترقی میں نہیں بلکہ اخلاقی و فکری تجدید میں مضمر ہے۔ فقہ السیرۃ ہمیں ایک ایسا متوازن اور قابلِ عمل ماڈل فراہم کرتی ہے جو عدل، رحم، حکمت اور ذمہ داری پر مبنی ہے۔ اگر ان اصولوں کو سنجیدگی سے اپنایا جائے تو جدید عالمی بحرانوں کا پائیدار اور مؤثر حل ممکن ہے، اور انسانیت ایک زیادہ

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 18, 2026

منصفانہ اور پر امن مستقبل کی طرف پیش قدمی کر سکتی ہے۔

نتائج

- کسی بھی معاشرے کے استحکام کے لیے عدل بنیادی ستون ہے۔ سیاسی، معاشی اور سماجی بحرانوں کا بڑا سبب ناانصافی ہے، جبکہ سیرتِ نبوی ﷺ عدل کو نظامِ حکومت اور معاشرت کی بنیاد بناتی ہے۔
- جدید دنیا میں اختیارات کا ارتکاز فساد کو جنم دیتا ہے۔ فقہ السیرۃ یہ واضح کرتی ہے کہ قیادت امانت ہے اور ہر صاحبِ اختیار اپنے دائرۂ کار میں جواب دہ ہے۔
- آمریت اور انفرادی فیصلوں کے نقصانات کے مقابلے میں سیرت مشاورت کو ترجیح دیتی ہے، جس سے اجتماعی اعتماد اور شفافیت پیدا ہوتی ہے۔
- ڈیجیٹل دور کے فتنوں کا حل خبر کی تحقیق، احتیاط اور ذمہ دارانہ ابلاغ میں ہے، جو سیرت کا نمایاں اصول ہے۔
- بین الاقوامی اور قومی سطح پر معاہدوں کی پاسداری امن کی بنیاد ہے۔ فقہ السیرۃ اس اصول کو عملی شکل دیتی ہے۔
- جدید دنیا میں مذہبی تنازعات شدت اختیار کر رہے ہیں، جبکہ سیرت ایک کثیر المذہبی معاشرے میں بقائے باہمی کا نمونہ پیش کرتی ہے۔
- طاقت اور مفاد پر مبنی سیاست کے برعکس، فقہ السیرۃ اخلاق، دیانت اور خدمت کو سیاسی عمل کا حصہ بناتی ہے۔
- دولت کے ارتکاز اور معاشی استحصال کے مقابلے میں سیرت زکوۃ، مواخات اور سماجی کفالت کے ذریعے توازن قائم کرتی ہے۔
- عالمی سطح پر جنگوں اور انتشار کے ماحول میں سیرت صبر، تدبر اور مرحلہ وار حکمت عملی کی تعلیم دیتی ہے۔
- جدید انسانی حقوق کے مباحث میں سیرت انسانی عزت اور بنیادی حقوق کے تحفظ کو مرکزی مقام دیتی ہے۔

سفارشات

- جامعات اور مدارس میں سیرت کے سیاسی و سماجی پہلوؤں کو عصری تناظر میں شامل کیا جائے۔
- سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے اخلاقی ضابطے متعارف کرائے جائیں اور نوجوانوں کو تحقیق و احتیاط کی تربیت دی جائے۔
- حکمرانوں اور سرکاری عہدیداروں کے لیے کردار سازی اور جواب دہی کے تربیتی پروگرام ترتیب دیے جائیں۔
- قومی اور مقامی سطح پر شوریٰ نما اداروں کو فعال اور بااختیار بنایا جائے۔
- مختلف مذاہب کے درمیان مکالمے اور مشترکہ سماجی منصوبوں کو فروغ دیا جائے۔
- فلاحی نظام، زکوۃ و صدقات کے مؤثر انتظام اور غربت کے خاتمے کے منصوبوں کو مضبوط کیا جائے۔
- صحافت اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے لیے سچائی، تحقیق اور غیر جانبداری پر مبنی ضابطہ اخلاق نافذ کیا جائے۔

CC BY